مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے

(۱۱ر ستمبر کے واقعہ کے بعد پوری دنیا بالخصوص امریکہ میں پیدا دعوتی مواقع)

ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کے بعد عالم اسلام کو مجموعی طور پر جن مسائل و مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمانانِ عالم میں جو مایوسی و افسردگی کی کیفیت پیدا ہوئی ہے اس تناظر میں دعوتی اعتبار سے حوصلہ افزا و ہمت بڑھانے والے اس مضمون کا مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ (ادارہ)

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی طرف سے بالعموم یہ کہا جا رہا ہے کہ آج کل وہ عالمی سطح پر جن آزمائشوں سے گزر رہے ہیں اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی لیکن ان کا یہ خیال حقیقت پر مبنی نہیں ہے اس لیے کہ ایک سچا مؤمن و مسلم آنے والے مسائل و مصائب کو ہمیشہ دینی و اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے دعوتی نظر سے دیکھا جائے تو ان حالات نے ان میں پہلے سے زیادہ خود اعتمادی اور دینی جوش و ولولہ پیدا کر دیا ہے مسلمانوں کے لیے معاشی و سیاسی نقصان کوئی حیثیت نہیں رکھتا، دین کے لیے مالی قربانی پر ان کے لیے آخرت میں اس سے دوگنے اور بہتر کا وعدہ ہے، اسی طرح عددی اعتبار سے مسلمانوں کا جانی نقصان ان کو شہادت کے درجہ پر فائز کر دیتا ہے جس سے زیادہ قابل رشک موت کا اس دنیا میں تصور نہیں کیا جاسکتا البتہ ان کا دینی و دعوتی نقصان و خسارہ ان کے لیے ہمیشہ لمحۂ فکریہ بنا رہا ہے۔

اگر کوئی سیاسی و معاشی اعتبار سے اس وقت مسلمانوں کو ان کی تاریخ کے بدترین مسائل سے دوچار کہتا ہے، تو یہ بات ماضی کی روشنی میں غلط ہے اس لیے کہ اس سے زیادہ دس گنا مسائل کا ان کو اس سے پہلے سابقہ پڑ چکا ہے مثلاً ۱۸۵۷ء سے پہلے مسلمان پوری دنیا کے ایک کروڑ ۶۵ لاکھ مربع میل رقبہ پر حکومت کر رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے بیسویں صدی کے اوائل تک یہ رقبہ صرف ۴۵ لاکھ مربع میل ہو گیا یعنی ایک تہائی سے بھی کم، ایشیا اور افریقہ کے اکثر ممالک مسلمانوں کے ہاتھ سے چلے گئے، برطانیہ نے سترہ، فرانس نے سولہ اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا، وسط ایشیا کی ۲۰ مسلم ریاستیں روس کے قبضہ میں چلی گئیں، چین میں چھ مسلم ریاستوں پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہو گیا۔ کیا اس طرح کے سیاسی زوال کا مسلمانوں کو اب تک کبھی سامنا کرنا پڑا ہے جواب نفی میں ہے، یہ الگ بات ہے کہ جنگ عظیم دوم کے بعد اس میں سے اکثر ریاستیں مسلمانوں کو واپس مل گئیں سوائے چین کی چھ ریاستوں کے جہاں اس وقت بھی ۹ کروڑ مسلمان ہیں اور روس کے زیر قبضہ تیرہ ریاستوں کے جہاں کی مسلم آبادی تین کروڑ سے بھی زائد ہے، اسی طرح عددی اعتبار سے مسلمانوں کا بدترین نقصان

۶۵۶ ھ میں ہوا جب پوری دنیا کے سب سے رونق و حسین شہر عالم اسلام کے دارالخلافہ بغداد پر تاتاریوں نے حملہ کیا اور چالیس دن تک ایسی تباہی مچائی کہ صرف بغداد میں ۱۸ لاکھ مسلمان مارے گئے اور ان کی لاشوں کے ڈھیر کی بدبو بغداد سے دمشق تک پھیل گئی (یہ فاصلہ اندازاً بمبئی سے کراچی تک کے برابر ہے) کیا اس صدی کے کسی بھی عشرہ میں شہید ہونے والے دس بیس ہزار مسلمانوں کا اس سے موازنہ کیا جاسکتا ہے، ظاہری و مادی اعتبار سے مسلمان اس وقت ترقی کی جس منزل پر ہیں اس کی مثال ماضی کی تاریخ میں نہیں ملتی، اقوام متحدہ میں شعبہ آبادیات کی رپورٹ کے مطابق اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ بڑھ رہی ہے اور وہ بھی بڑی تیزی سے اسلام قبول کرنے والے لوگوں کی وجہ سے نہ کہ تعدد ازدواج اور افزائش نسل سے جس کا پروپیگنڈا ہمارے ملک کی فرقہ پرست تنظیمیں بڑے زور شور سے کررہی ہیں ، عالمی ماہرین آبادیات کے مطابق ہر چھ سال میں عالمی آبادی میں مسلم آبادی ایک فیصد بڑھ رہی ہے، گزشتہ اٹھارہ سال میں دنیا کی مسلم آبادی میں ۳۵ کروڑ کا اضافہ ہو چکا ہے، آبادی میں ان کے اضافہ کی یہی رفتار رہی تو ۲۰۲۵ء تک مسلمانوں کا تناسب ۲۵ فیصد سے بڑھ کر ۳۰ فیصد ہو جائے گا اور دنیا کی عیسائیت کے بجائے سب سے بڑی اکثریت ہوں گے۔

مسلمان اس وقت الحمدللہ سیاسی اور معاشی اعتبار سے بھی سب سے آگے ہیں ۲۲۴ ممالک میں ۶۰ ممالک ان کے قبضہ میں ہیں، ۳۰ کروڑ عالمی افواج میں ۸۵ لاکھ سے زائد افواج ان کے پاس ہے، چھ ارب کی عالمی آبادی میں وہ ڈیڑھ ارب سے زیادہ ہیں، اسی طرح روئے زمین کے دو کروڑ مربع میل پر ان کی حکمرانی ہے، اقتصادی میدان میں اس وقت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والے ۸۴ فیصد پٹرول پر مسلمانوں کا قبضہ ہے، یہ الگ بات ہے کہ خود ہمارے مسلم حکمرانوں کو اس وقت اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے بلکہ ہمارے دشمنوں کو ہماری اس طاقت کا ہم سے زیادہ احساس ہے چنانچہ عالم اسلام کے ایک صاحب بصیرت قائد والی حجاز شاہ فیصل مرحوم نے اسرائیل کی مدد کرنے پر مغرب کے خلاف پٹرول کی سپلائی صرف بند کرنے کی جب دھمکی دی تو ان کو خود ان کے بھتیجے کے ذریعے شہید کرایا گیا، اگر عالمی مارکیٹ میں مسلم کی طرف سے روزانہ سپلائی کیے جانے والے تیل میں ۲۵ فیصد بھی کمی کر دی جائے تو دنیا کا یہ صنعتی نظام درہم برہم ہو سکتا ہے اور امریکہ اور اسرائیل ہی میں نہیں بلکہ پورے مغرب میں ایک اقتصادی زلزلہ آ سکتا ہے اور پوری فوجی و صنعتی ٹیکنالوجی دھری کی دھری رہ سکتی ہے، خود یورپی ماہرین کا کہنا ہے کہ عالم عرب کے پاس اس وقت جو پٹرول کے ذخائر ہیں وہ اگلے سو سال کے لیے کافی ہیں اور غیر اسلامی ممالک کے پاس جو ۱۶ فیصد ذخیرہ ہے وہ اگلے پچیس سال تک بھی بمشکل نکل سکتا ہے۔

اب سوال بنیادی طور پر عالمی سطح پر مسلمانوں کی اس وقت دینی و دعوتی حیثیت کا ہے آیا ان ناگفتہ بہ حالات نے ان کو ملی و دینی اعتبار سے کوئی نقصان پہنچایا ہے ...... اس وقت عالم اسلام کے حالات کے تجزیہ کے نتیجہ میں جو بات سامنے آتی ہے وہ بڑی خوش کن اور ہمت افزا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر سیاسی اعتبار سے ہمت شکن حالات و واقعات نے

ان میں نہ صرف سیاسی سوجھ بوجھ پیدا کر دی ہے بلکہ ان کو ان کے دین سے بھی قریب کر دیا ہے اور اس نے ان کے لیے غیر شعوری طور پر دعوتی مواقع فراہم کر دیئے ہیں، برسوں کی محنت اور کوششوں سے بھی ان میں موجود دینی و اخلاقی اعتبار سے جو جمود ختم نہیں ہو رہا تھا۔ اس کو عالمی سطح پر ان کے خلاف ہونے والے ان سیاسی و فوجی واقعات نے توڑ دیا ہے، عالم اسلام بالعموم عالم عرب کے نوجوانوں میں ان کے حکمرانوں کی طرف سے ان کی زبان بندی اور اظہار رائے پر لگی روک ایک بڑے آنے والے دینی انقلاب کا پتہ دے رہی ہے، امریکہ کی اسرائیل نوازی پر ان کے حکمرانوں کی خاموشی نے ان کو بے چین کر دیا ہے اور اور اس کو خود عرب قائدین اب محسوس کرنے لگے ہیں اور دبے الفاظ میں ہی سہی ان کی طرف سے احتجاج شروع ہو چکا ہے، مجموعی طور سے یہ سب حالات مغرب کے خلاف آنے والے ایک سیاسی طوفان کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا باتوں کی روشنی میں آپ صرف ہمارے ملک کے حالات کا تجزیہ کیجئے، ہندوستانی تاریخ میں سب سے تباہ کن فسادات ملکی سطح پر بابری مسجد کی شہادت کے بعد ۱۹۹۲ء میں رونما ہوئے جس میں ہزاروں مسلمانوں کو جانی اور اربوں کا مالی نقصان ہوا۔ لیکن حکومت کی خفیہ ایجنسیوں کی رپورٹ بتاتی ہے کہ مسلمانوں میں مجموعی طور پر اس کے بعد دینی، تعلیمی اور تنظیمی طور پر جو ترقی دیکھنے میں آئی ہے وہ پچھلے پچاس سال میں نہیں آئی ہے، صرف پچھلے دس سال میں مسلمانوں کے تعلیمی تناسب میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں مسلمانوں کا یہ تناسب صرف ۳۳ فیصد تھا جو اب بڑھ کر ۳۸ فیصد ہو گیا ہے، ریاستی اور مرکزی عہدوں میں مسلمانوں کا فیصد ۲ سے ۳ ہو گیا ہے، ملک گیر سطح پر مسلمانوں کی مختلف تنظیموں میں اپنے مسلکی اختلافات کے باوجود ملت کے مشترکہ مسائل کو لے کر غیر معمولی اتحاد دیکھنے میں آ رہا ہے، مسلمانوں میں تعلیمی و اقتصادی منصوبہ بندی پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی ہے، دینی مدارس کے قدیم نصاب و نظام میں زمانہ کے تقاضوں کے تحت بڑی تبدیلی آئی ہے، ان کے درجنوں انجینئرنگ اور ٹیکنیکل کالجز صرف دس سال کے عرصہ میں قائم ہو گئے ہیں، عراق کویت جنگ کے بعد مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے خود ملک میں سرمایہ کاری اور اپنے معاشی استحکام پر توجہ دینی شروع کر دی ہے، یہ تو اپنے ملک کا حال ہے اگر عالمی سطح پر جائزہ لیا جائے تو حالات و واقعات اس سے زیادہ ہمت افزا ہیں۔ ۱۱؍ ستمبر کے واقعہ نے عالمی سطح پر مسلمانوں کے لیے پوری دنیا میں حیرت انگیز اور غیر معمولی دعوتی میدان فراہم کر دیا ہے، کل آبادی میں ان کے چار فیصد تناسب اور پچاسی لاکھ کی مسلم آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کے بعد صرف ایک امریکی شہر (اوکلاہاما) میں چار سو پچاس لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے، ایک اور امریکی شہر سوری نام میں پہلے سے موجود ۲۵ فیصد مسلمان بڑی خاموشی سے دعوت کا کام کر رہے ہیں جس سے ان کے تناسب میں برابر اضافہ ہو رہا ہے، گیانا کے ۱۲ فیصد اور ٹرنی ڈاڈ اٹوباگو کے ۱۱ فیصد امریکی مسلمانوں کا بھی کچھ یہی حال ہے، امریکہ میں مسلم تنظیمیں جن کی منصوبہ بند کوششوں سے ۱۹۹۰ء تک ملک کی مختلف جیلوں میں قید پچاس ہزار سے زائد لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے

ہیں، حکومت کی طرف سے گذشتہ ایک سال سے مسلسل ہراسانی کے باوجود اپنے دعوتی مشن میں پہلے سے زیادہ سرگرم عمل نظر آتی ہیں، امریکی خفیہ ایجنسی ایف بی آئی کے ایک جائزہ کے مطابق جو مسلمان ۱۱ر ستمبر کے واقعہ سے پہلے آوارگی اور تعیش کی زندگی گزار رہے تھے ان میں غیر معمولی تبدیلی دیکھنے میں آ رہی ہے، دین سے ان کی وابستگی اور رغبت میں ناقابل یقین حد تک اضافہ ہو گیا ہے، ایک ہزار سے زائد امریکی مسجدیں پنج وقتہ نمازیوں میں پہلے سے زیادہ بھری رہتی ہیں۔ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء سے ۱۲ر ستمبر ۲۰۰۲ء تک ایک سال کے دوران جتنی اسلامی کتابیں بالخصوص قرآن مجید کے تراجم فروخت ہوئے ہیں اتنے پچھلے ۷/۶ سال کے دوران نہیں ہوئے ہیں، امریکی عوام میں اسلام کے تعلق سے صحیح معلومات حاصل کرنے کی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ انٹرنیٹ پر مختلف اسلامی سائٹس میں جانے والے غیر مسلموں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اور وہ متعلقہ اداروں کو ای میل کے ذریعے اسلام کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کے لیے مختلف سوالات بھی بھیج کر جوابات طلب کر رہے ہیں، خود امریکہ کو اس بات کا احساس ہے کہ اس کے اسلام کے متعلق غلط پروپیگنڈے سے خود اس کی معیشت پر ناقابل یقین اثر پڑ رہا ہے، چنانچہ امریکی وزارت خارجہ کے تعاون و اشتراک سے کام کرنے والے شہری سفارت کاروں کے نوبل انعام یافتہ بین الاقوامی ادارہ نیشنل کونسل آف انٹرنیشنل وزیٹرس (N.C.I.V) نے گزشتہ ماہ اس بات کا اعلان کیا ہے کہ عالمی سطح پر بالعموم اور امریکہ میں بالخصوص اسلام کے متعلق کئے جا رہے غلط پروپیگنڈوں کی روک تھام کے لیے وہ اپنے ادارہ کے ۸۰ ہزار رضا کاروں کو حرکت میں لا رہے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا انسانی زندگی پر اثر دکھانے کے لیے ایک دستاویزی فلم تیار کی ہے جو ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو پبلک براڈ کاسٹنگ سسٹم کے ذریعے دکھائی جانے والی ہے۔

یہ تو ۱۱ر ستمبر کے بعد مسلمانوں کو دعوتی نقطۂ نظر سے حاصل ہونے والے مواقع تھے۔ دوسری طرف اس واقعہ کا خود حکومت امریکہ پر جو منفی اثر پڑا ہے وہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے، تجارتی مرکز پر حملہ نے عالمی سطح پر سیاسی و اقتصادی میدان میں امریکہ کے زوال کی گھنٹی بجا دی ہے خود امریکہ میں اس بات کا چرچا ہے کہ ۱۱ر ستمبر سے پہلے امریکہ کے زوال کے متعلق مسلمانوں میں جو خوش فہمی تھی وہ اب حقیقت میں بدلتی نظر آ رہی ہے، گزشتہ صرف ایک سال میں سینکڑوں تجارتی کمپنیاں اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر چکی ہیں، متعدد امریکی فضائی کمپنیوں نے اپنے ملازمین میں ۲۵ فیصد سے زائد تخفیف کر دی ہے۔ انشورنس کمپنیاں اپنے خسارے سے تنگ آ کر حکومت سے مدد کے لیے درخواست کر رہی ہیں، کویت پر عراق کے حملہ کے بعد امریکہ کو سعودیہ اور کویت نے جملہ ۵۶ ارب ڈالر کے اخراجات میں سے ۴۸ ارب ڈالر ادا کر دیئے تھے لیکن اب عراق پر خود امریکہ کی طرف سے کیے جانے والے ممکنہ حملوں اور اس جنگ کے طول کھینچنے کی صورت میں ماہرین اقتصادیات کا اندازہ ہے کہ کم از کم ۲۰۰ ارب یعنی تقریباً ایک سو کھرب ہندوستانی روپیوں کا بوجھ خود امریکہ کو

برداشت کرنا پڑے گا اگر یہ جنگ ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اگلے سال امریکہ کا سالانہ بجٹ خسارہ کا پیش ہونے والا ہے۔ ۱۱ر ستمبر کے بعد یوں بھی امریکہ سیاحت سے ہونے والی اپنے ایک تہائی آمدنی سے محروم ہو چکا ہے، اس پر اس نے مسلم ممالک سے آنیوالوں کے لیے جو سخت سفری شرائط عائد کیے ہیں اس سے اس نے گویا خود اپنے پیر پر کلہاڑی ماردی ہے امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ میں ۲۰ فیصد سے زائد تناسب مسلمانوں کا تھا جس پر نہ صرف اس نے اب روک لگادی ہے بلکہ پہلے سے موجود مصر، یمن، اردن، فلسطین، پاکستان اور سعودی عرب کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد کو مسلسل ہراساں کیا جانے لگا ہے جس سے انہوں نے امریکہ کو خیر باد کہنے ہی میں عافیت سمجھی ہے، اسی طرح جب القاعدہ اور طالبان سے تعلقات کے شبہ میں بعض عرب سرمایہ کاروں اور مسلم تاجروں سے پوچھ گچھ کی جانے لگی اور اس میں سے متعدد لوگوں کے سرمایے امریکی بینکوں میں منجمد کر دیئے گئے تو اس خوف سے سینکڑوں مسلم تاجروں اور عرب حکومتوں کے شاہی افراد نے امریکہ سے پیشگی اپنے سرمایہ کو منتقل کرنے ہی میں عافیت سمجھی ہے اور اس کا اثر ان کے بینکنگ نظام پر ایسا سخت پڑا ہے کہ ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی خود امریکی حکومت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی ہے، اس کے علاوہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کے بعد عالم اسلام میں امریکی مصنوعات کے خلاف بائیکاٹ کی جو خاموش تحریک چلی ہے اس نے بھی اپنا غیر معمولی اثر دکھایا ہے، مشروبات میں کوکا کولا جیسی عالمی امریکی کمپنیوں نے اپنے اسٹاف میں کمی کر دی ہے اور اس نے اچانک اپنے گاہکوں کے لیے مختلف انعامی اسکیموں کے اعلان کے ذریعے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ۱۱ر ستمبر کے حملہ کے بعد ان کی تجارت پر بھی منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

ان سب کا مجموعی اثر امریکہ کی اقتصادی حالت پر جو پڑا ہے اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے جملہ اخراجات کا ۲۵ فیصد حصہ خود امریکہ ادا کرتا آ رہا ہے، لیکن گذشتہ سال اپنے واجب اخراجات کا یہ حصہ اس نے اب تک ادا نہیں کیا اور U.N.O میں اپنے مستقل نمائندوں کے ذریعے یہ آواز اٹھانی شروع کر دی ہے کہ اس کے اسٹاف میں تخفیف کی جائے، دوسرے الفاظ میں آئندہ اس مالی بوجھ کو برداشت نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔

غرض یہ ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں میں اسرائیل کے تئیں امریکہ کی ناز برداری کے تناظر میں اس کے خلاف عمومی رائے عامہ کو ہموار کرنے کی جو کوششیں مختلف تحریکوں اور تنظیموں کی طرف سے کی جارہی تھی اس نے دس سال میں وہ کام نہیں کیا اور اپنا اثر نہیں دکھایا جتنا، ۱۱ر ستمبر کے واقعات کے بعد مسلمانوں کے ساتھ اس کے سلوک نے کیا اس طرح دعوتی نقطۂ نظر سے اس ناگہانی حادثہ نے مسلمانان عالم کو مثبت دعوتی فائدہ ہی پہنچایا ہے، اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ خدا کی طرف سے ان کے لیے فراہم کیے جانے والے اس دعوتی موقع سے فائدہ اٹھانے میں وہ کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

(مطبوعہ: ''دارالعلوم'' دیوبند' انڈیا۔ دسمبر ۲۰۰۲ء)